ہے اس شمارہ کے صفحہ ۳۴ پر مانعین جواز میں سے بعض اہم شخصیات کا عنوان دے کر مضمون نگار نے صفحہ ۳۵ پر برصغیر کے تقریباً تمام ممتاز علماء کے نام دے دیئے ہیں۔ جن میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع (سابق مفتی اعظم پاکستان وصدر مفتی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری (عظیم محقق ومحدث وبانی جامعہ اسلامیہ) بنوری ٹاون کراچی، مفتی ولی حسن ٹونکی (سابق مفتی اعظم پاکستان) جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ (مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند) مولانا مفتی نظام الدین (صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) مولانا مفتی رشید احمد احسن الفتاویٰ شامل ہیں۔ علاوہ ازیں برصغیر کے تمام مؤقر مدارس اور امارات شرعیہ انسانی اعضاء کی عطیہ اور پیوند کاری کے عدم جواز کے ہی فتویٰ صادر کرتے آرہے ہیں۔

(۱۲) انسانی اعضاء کے عطیہ اور وصیت کے خطرناک نتائج:۔

علاوہ ازیں انسانی اعضاء کے عطیہ یا ان کی وصیت کی جواز ورواج کے نتائج بد اور خطرناک پہلو سامنے آرہے ہیں اور آسکتے ہیں ان کا ایک اندازہ برصغیر کے ایک ممتاز قلم کے ایک تحریر سے کیا جاسکتا ہے چنانچہ وہ رقمطراز ہیں۔ آنکھوں کے عطیے کا معاملہ صرف آنکھوں تک ہی محدود نہیں ہے بہت دوسرے اعضاء بھی مریضوں کے کام آسکتے ہیں اور ان کے دوسرے مفید استعمال بھی ہوسکتے ہیں۔ یہ دروازہ اگر کھول دیا جائے تو مسلمان کا قبر میں دفن ہونا مشکل ہوجائے گا اس کا سارا جسم ہی چندے میں تقسیم ہوکر رہے گا۔ اسلام نے انسانی لاش کی حرمت کا جو حکم دیا ہے وہ دراصل انسانی جان کی حرمت کا ایک لازمہ ہے ایک دفعہ اگر انسانی لاش کا احترام ختم ہوجائے تو انسانی آنکھیں، گردے اور دیگر اعضاء بکاؤ مال کی طرح بازار میں بیچے جائیں گے۔ غریب اپنے بچوں کی خاطر یہ قربانی اپنی رضامندی سے دیا کرے گا مالداروں نے دنیا کی دولت اور سامان ضرورت وراحت سب سمیٹ کر اپنے گھروں میں بھر لئے ہیں جن سے کروڑوں غریب انسان محروم ہیں مگر خالق کریم نے انسانی اعضاء واجزاء میں جو مساوات امیر وغریب کے درمیان قائم رکھی ہے کہ فاقہ زدہ فٹ پاتھ پر بسر کرنے والے بچے کو بھی وہی سالم وصحیح کان اور زبان ملتی ہے۔ جو بڑے بڑے سرمایہ دار کو نصیب ہوتی ہے اگر یہ چیزیں بکاؤ مال بن گیا تو بہت سے غریب اپنے بچوں کی مصیبت دور کرنے کے لئے اپنی اعضاء داؤ پر لگادیں گے جس طرح ہندوستان وغیرہ ممالک میں آج اس کا مشاہدہ ہورہا ہے۔ اور دنیا کا تجربہ رکھنے والے جانتے ہیں کہ پھر یہ بکاؤ صرف یہیں تک نہ رکے گا کہ رضاکارانہ طور پر کسی انسان کے اعضاء واجزاء لئے جائیں بلکہ بہت سے مردے خصوصاً لاوارث مردے، بہت اعضاء سے محروم ہوکر اس دنیا سے جایا کریں گے۔ اور شاید اگلے دور کے حکماء انسانی اعضاء کو دیر تک کارآمد باقی رکھنے کا کوئی انتظام کرلیں جیسے آج کل انسانی خون بلڈ بنکوں میں محفوظ رکھا جاتا ہے تو پھر کسی انسانی میت کا خیر نہیں اور یہ غسل وکفن اور جنازہ ودفن کے سارے قصے ہی بے باک ہوجائیں گے۔ (نہ کہیں جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا) اور خدانخواستہ اگر یہ سلسلہ بڑھتا رہا تو صرف اپنی موت مرنے والوں تک محدود نہ رہے گا بلکہ اس کام کے لئے بہت سے انسانوں کے قتل کا ایک بازار گرم ہوجانا ممکن ہے جو پورے انسانی معاشرے کی تباہی کا اعلان ہے۔

نہ ہوں جس کا وہ اپنے حق میں مطالبہ کرتے ہیں یا اس کی توقع رکھتے ہیں اس کو انسان کی تنگ نظری کا نام بھی دیا جاسکتا ہے جو کبھی مذہبی رنگ لے کر دوسروں کا حق چھین لیتا ہے تو کہیں یہ رنگ و نسل کا روپ دھار لیتا ہے کبھی یہ طاقتور اور کمزور کا مسئلہ بن کر معرکہ آرائی کے لئے میدانِ کارزار گرم کرتا ہے اور کبھی یہ وطن اور ملکی حدود کے تعصب میں مبتلا کر کے انسانیت کا خون چوس لیتا ہے

(ا) حقوق انسانی کی تاریخ اور ارتقاء:۔

انسانی حقوق کی واقعی تاریخ تو اتنی پرانی ہے جتنی خود بنی نوع انسان کی اپنی تاریخ ہے اہل مغرب اگر چہ یوں تو پوری بنی نوع انسان کے لئے ''بنیادی انسانی حقوق'' کے دعویدار ہیں لیکن حقیقت حال اس کے بالکل برعکس ہے مغربی دنیا میں یوں تو ''انسانی حقوق'' کے حوالہ سے چند قوانین متعارف ہیں جن میں اقوام متحدہ کے منشور ''انسانی حقوق'' کے علاوہ ''قانون جبس بے جا''، میکنا کارٹا، قانون حقوق فرانس کا منشور، انسانی حقوق اور امریکہ کی ''دس ترمیمات'' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ مگر یہ سب کے سب تصوراتی اور علاقائی و نسلی نوعیت کی ہیں جو ان کے اپنے مخصوص علاقائی و معاشرتی حالات کی پیداوار ہیں مغربی دنیا کا ''انسانی حقوق'' کے سلسلے میں تاریخی سفر تیرہویں صدی کے اوائل سے شروع ہوتا ہے چنانچہ میکنا کارٹا (Magna Carta) کی دستاویز 15 جون 1215ء کو جاری کیا گیا۔

اس سے قبل مغربی دنیا انسانی حقوقؔ کے تصور سے یکسر خالی نظر آتا ہے اقوام متحدہ کا 'انسانی حقوق چارٹر' نبی کریم ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کا انتخاب ہے۔ نیز ان تمام مغربی چارٹرز کے پیچھے کوئی قوت نافذہ (Sanction) بھی نہیں ہے۔ اس کے برعکس اسلامی دنیا کافی عرصہ پہلے سے انسانی حقوق کے تصور سے نہ صرف آگاہ تھی بلکہ ان کے پاس اس کا واضح منشور اس کے لئے عملی قوت نافذہ اور خوف خدا کی بنیادوں پر قائم و استوار تھا چنانچہ انسانیت کے عظیم محسن رحمتِ عالم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے دوران یہ منشور پیش کر کے اسے عملاً نافذ بھی فرمایا خطبہ حجۃ الوداع مجریہ 9 ذی الحجہ 10 ھ بروز جمعہ بمطابق ۲ مارچ ۶۳۲ء کو جاری کیا گیا یہ منشور حقوق انسانی ساتویں صدی عیسوی کے ابتداء کی ہے انسانی حقوق پر مشتمل تاریخ ساز دفعات جو پیغمبر اسلام ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کی ہمہ گیر دستاویز انسانی حقوق میں انسانیت کے احترام اور حقوق کے تحفظ و نفاذ کے سلسلہ میں جاری فرمائیں وہ مغربی دنیا کے انسانی حقوق کے آغاز و ارتقاء تک تمام ''انسانی حقوق'' کے منشور و دستاویز پر فوقیت رکھتی ہے اس مثالی اور تاریخ ساز خطبہ میں انسانیت کے نام ''منشور انسانی حقوق'' کے محض رسمی فرمان اور اجراء پر آپ ﷺ نے اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ اس کے تحفظ اور عملی نفاذ کے لئے موثر و مربوط عملی اقدامات فرما کر اپنی حیات طیبہ ہی میں اپنے قائم کردہ مدنی معاشرے میں نافذ العمل فرما دیا پیغمبر اسلام ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کو اس لحاظ سے بھی فوقیت حاصل ہے کہ آپ کا عطا کردہ منشور انسانیت دائمی اور عالمگیر حیثیت کا حامل ہے پیغمبر اسلام ﷺ عربوں کے پیغمبر نہ تھے وہ پیغمبر عالم بن کر دنیا کی ہدایت اور انسانیت کی رہنمائی کے لئے عالمگیر دین اسلام اور ابدی تعلیمات لے کر دنیا میں تشریف لائے تھے۔ آپ ﷺ نے بنی نوع انسان کو ''حقوق و فرائض'' کا جو مثالی اور ہمہ گیر منشور عطا فرمایا ہے وہ عالمگیر اور پوری دنیا کی انسانیت کے لئے ہے وہ مغرب کے نظریہ حقوق کی طرح محض تصورات اور قیاس و افکار پر مرتب دستور نہیں بلکہ خالق انسانیت کا انسانیت کی فلاح و صلاح کا ضامن منشور انسانیت

حقوق کی طرح محض تصورات اور قیاس وافکار پر مرتب دستور نہیں بلکہ خالق انسانیت کا انسانیت کی فلاح وصلاح کا ضامن منشور انسانیت ہے اور نہ مغرب کے تصور حقوق کی طرح علاقائیت' وطنیت' قومیت اور مخصوص اقوام کے تحفظ کا دستور ہے نہ اس میں محض ایک مخصوص رنگ ونسل کی قوم کو حقوق عطا کر کے ان کے مفادات کا تحفظ کیا گیا ہے۔ یہ تاریخی اور تقابلی جائزہ اس تاریخی اور ناقابل تردید حقیقت کا اظہار ہے کہ انسانیت کے محسن اعظم سید عرب وعجم حضرت محمد ﷺ کا منشور انسانیت ''خطبہ حجۃ الوداع'' عالمگیر ہونے کے اعتبار سے ہر معیار کے لحاظ سے نام نہاد دساتیر حقوق پر ابدی فوقیت اور تاریخی اولیت رکھتا ہے اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ یہ حقوق انسانی کا اولین' جامع' مؤثر ترین مثالی اور بے نظیر نافذ العمل منشور ہے۔

(۲) اسلام کا جامع تصور انسانی حقوق:۔

اسلام کے جامع تصور انسانی حقوق کا ہم ذیل کے چند بنیادی عنوانات کے حوالے سے ایک خلاصہ پیش کریں گے۔

(۱) انفرادی حقوق (۲) سماجی حقوق (۳) اقتصادی حقوق (۴) سیاسی حقوق۔ وغیرہ

نمبر 1: انفرادی حقوق:۔

اسلام نے ایک صالح نظام زندگی کی تشکیل جس حسین پیرائے میں کی ہے اس کا نقشہ کچھ یوں ہے کہ انسانی تربیت وتعلیم کے بعض معاملات کو معروف ومنکر کے درجے میں رکھ کر ان کی ترغیب وترہیب کا پہلو اختیار کیا ہے۔ اور اسے خوف خدا اور احساس ذمہ داری کا ایک ایسا عنوان دیا ہے کہ انفرادی طور پر آزاد رہتے ہوئے فرد کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس سے معاشرہ اور خود اس شخص کو نقصان پہنچتا ہو پھر قانونی طور پر شریعت اسلام نے فرد کو اخلاقی دائرے میں رہتے ہوئے گوناگوں آزادیاں دے رکھی ہے جس کے نتیجے میں انسانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی سکون اور امن وآشتی کی گود میں سدا بہار رہتی ہے ذیل میں ہم انسانی حقوق کے حوالے سے چند گزارشات پیش کرتے ہیں۔

(۱) مذہبی آزادی:۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ ''لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی ''(سورۃ بقرہ آیت ۲۵۶) یعنی دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے بہتری کی بات غلط باتوں سے چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے اسلام نے یہ پیرایہ پسند کیا ہے کہ لوگ دلیل اور حجت سے صحیح اور غلط کا ادراک کرلیں نہ کہ جبر واکراہ سے ایمان لے آئیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ''ولو شاء ربک لامن فی الارض کلھم جمیعاً افانت تکرہ الناس حتیٰ یکونو مؤمنین ''(سورۃ یونس آیت ۹۹) یعنی اگر تمہارا رب چاہتا تو روئے زمین کے تمام لوگ ایمان لے آتے تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ ایمان لے آئیں؟ آیت صاف بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ایمان لانے کی ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ ان کو یہ آزادی بھی دیتا ہے کہ وہ ایماندار بنیں یا نہ بنیں وہ اطاعت کریں یا نافرمانی یہ الگ بات ہے کہ اس آزادی سے غلط فائدہ اٹھانے والوں کو آخرت میں نقصان کا اندیشہ ہے بلکہ یقین ہے جس کی رہبری کی گئی ہے' دنیا جانتی ہے کہ دین کے معاملہ میں کسی کو اسلام قبول کرنے پر کوئی زبردستی نہیں کی جاتی اور نہ کسی دیگر مخصوص دین کے قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے

بلکہ دین قبول کرنے کے معاملے میں فرد کو مکمل آزادی دی گئی ہے ویسے بھی جس دین کی حقانیت آفتاب کی مانند روشن ہو اس کے قبول کرنے پر کسی کو مجبور کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ علاوہ ازیں کسی کو قبول کرنے کا تعلق جب دل اور وجدان سے ہے تو اس میں تبلیغ و ترغیب کا اسلوب تو کارآمد ہو سکتا ہے لیکن زور و زبردستی کا یہاں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ مشہور مفسر و مؤرخ علامہ ابن کثیر دمشقی نے اپنی تفسیر (۳۱۲/۱) میں لکھا ہے کہ "بنو سالم بن عوف کا کوئی انصاری بزرگ مسلمان ہوئے تھے ان کے دو لڑکے نصرانی تھے وہ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ کیا مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں اپنے دونوں لڑکوں کو اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کروں اسی درخواست کے جواب میں آیت "لا اکراہ فی الدین" نازل ہوئی جو ابھی پیچھے گزر چکا ہے یہاں پر ہم مذہبی، رواداری یا مذہبی آزادی کے حوالہ کے لئے ڈاکٹر گستاؤلی بان کے حوالہ سے ذیل میں چند سطور کا حوالہ دینا ضروری سمجھتے ہیں وہ لکھتے ہیں "بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمرؓ کا اخلاق ہم پر ثابت کرتا ہے۔ کہ ملک گیران اسلام اقوام مفتوحہ کے ساتھ کیا نرم سلوک کرتے ہیں اور یہ سلوک اس مدارت کے مقابل میں جو صلیبیوں نے اس شہر کے باشندوں سے کئی صدی بعد کی نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے اس وقت حضرت عمرؓ نے منادی کرادی کہ میں ذمہ دار ہوں کہ باشندگان شہر کے مال اور ان کی عبادت گاہوں کی حرمت نہیں کی جائے گی اور مسلمان عیسائی گرجوں میں نماز پڑھنے کے مجاز نہ ہوں گے۔ (تمدن عرب ص ۱۳۲،۱۳۱)

جو سلوک عمرو بن العاص نے مصریوں کے ساتھ کیا وہ اس سے کم نہ تھا اس نے باشندگان سے وعدہ کیا کہ پوری مذہبی آزادی، پورا انصاف بلا رو رعایت اور جائیداد کی ملکیت کے پورے حق دیئے جائیں گے اور ان ظالمانہ اور غیر محدود مطالبوں کے عوض میں جو شہنشاہان یونان ان سے وصول کرتے تھے صرف ایک معمولی سالانہ جزیہ لیا جائے گا جس کی مقدار فی کس دس روپے تھی (تمدن عرب ص ۱۳۲) عربوں نے اپنی رعایا کے ساتھ نہایت انصاف و انسانیت کا برتاؤ کیا اور ان کو پوری آزادی مذہب کی دی پھر ان کے عہد میں کلیسا مشرقی اور مغربی دونوں کے رئیس الاساقفہ کو اس قدر آرام ملا جو انہیں اس وقت ہرگز نصیب نہیں ہوا تھا (تمدن عرب ص ۱۴۹)۔

(۳) انسانی عزت و وقار کے تحفظ کا حق:۔

اسلام نے ایک دوسرے کی عزت نفس کے مجروح کرنے کو بہت بڑا جرم قرار دیا ہے کسی انسان کی دل آزاری کرنا، بلا کسی ثابت شدہ وجہ کے کسی سے بدگمان رہنا، کسی کی عزت پر حملہ کرنا، کسی کو برے القاب سے یاد کرنا، کسی کی برائیوں کا بلاوجہ اظہار اور ان جیسے سینکڑوں مسائل ہیں جن میں سے بعض کو اخلاقی اور بعض کو قانونی جرم قرار دیا گیا ہے کسی عام انسانی معاشرے میں کسی کی عزت و وقار کو قائم رکھنا بہت بڑا انسانی حق ہے جس کی اسلام نے بھرپور ضمانت دی ہے۔ (قرآن کریم سورۃ حجرات آیت ۱۱) میں ہے کہ "اے لوگوں! جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو" اسلام نے یہ ہدایت کی ہے کہ ہر انسان کی اپنی جگہ پر عزت نفس اس وقت قائم رہ سکتی ہے جب آپ دوسرے کی عزت نفس کا خیال رکھیں گے گویا یہ انفرادی حق

درحقیقت اجتماعی انسانی حقوق کی ضامن بن سکتی ہے چنانچہ مسند احمد بن حنبل اور ابوداؤد (۴۲۹) میں حدیث ہے کہ "حسن الظن من العبادة" ترجمہ: حسن ظن رکھنا بہترین عبادت ہے۔ بغض وحسد غیبت وغیرہ سے بچنا یا بچانا وہ انفرادی حقوق ہیں جن سے نہ صرف اپنی عزت ووقار کا تحفظ ہوتا ہے بلکہ ان ہدایات پر عمل کرتے ہوئے بہت سارے اجتماعی حقوق کی پاسداری ہوتی ہے۔

(۴) انسانی جان کے تحفظ کا حق:۔

اسلام نے ہر انسان کی جان کی تحفظ کی پوری ذمہ داری لی ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ تمام انسانوں کے جان کی قیمت برابر ہے خون کے اسی مساوات کو حدیث میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ " المسلمون تتکا فادماء ھم " (مشکوٰۃ) ترجمہ: مسلمان کے خون آپس میں برابر ہیں انسان کے جان کی حفاظت اسلام نے یہاں تک ضروری قرار دی ہے کہ اس کے قتل ونقصان دینے میں شرکت کرنا اس کی جانب صرف اشارہ کی حد تک شامل ہونا وغیرہ کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

(۵) انسانوں کی نجی زندگی میں عدم مداخلت کا حق:۔

شریعت اسلام نے لوگوں کی نجی زندگی، گھریلوں حالات ومعاملات کو حکومتوں اور افراد کے دائرہ سے باہر رکھ کر ان کے اس عدم مداخلت کے حق کا بھرپور دفاع کیا ہے چنانچہ شریعت اسلام کا یہ حکم کہ لوگوں کے دل نہ ٹٹولو، ایک دوسرے کے عیب تلاش مت کرو، دوسروں کی نجی حالات وواقعات کی ٹوہ نہ لگاتے پھرو، لوگوں کے نجی خطوط نہ پڑھوان کے آپس کی باتوں کو کان لگا کر نہ سنو ہمسایوں کے گھروں میں نہ جھانکا کرو، یہ اور اس قسم کے بہت سارے معاملات ہیں جن کے بارے میں اسلام نے ہدایت دی ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر آپس کے جھگڑے اور فساد کم ہو کر پرامن بقائے باہمی کی فضاء قائم ہو جاتی ہے قرآن کریم میں ہے "اے لوگوں جو ایمان لائے ہو بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور تجسس نہ کرو" (سورۃ حجرات آیت ۱۲)

(۶) صفائی پیش کرنے کا حق اور قانونی چارہ جوئی کا اختیار:۔

کسی مسلمان یا انسان کا جرم خواہ کچھ بھی ہو اس کو اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع ملنا چاہئے قانونی چارہ جوئی اور صفائی کا موقع دیئے بغیر سزا دینا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے اسلام نے انسان کے اس بنیادی حق کی رعایت مشکل سے مشکل ترین وقت میں بھی رکھی ہے قرآن کریم کی سورۃ ممتحنہ آیت نمبر ۱ میں جس واقعہ کی جانب اشارہ کیا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ ایک بدری صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین مکہ کو ایک خط لکھا تھا کہ رسول ﷺ فلاں وقت تم لوگوں پر حملہ کرنے والے ہیں یہ خط راستے میں پکڑا گیا جو جرم ثابت ہونے کے علاوہ خالص جنگی نوعیت کا جرم تھا...... لیکن رسول ﷺ نے ان کو کھلے عام اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع دیا۔

(۷) آزادی رائے کا حق:۔

اسلامی حکومت کو چلانے کے لئے نیز اپنی اجتماعی وانفرادی معاملات کو طے کرنے کے لئے اسلام نے مشورہ کرنے کا پابند کر دیا ہے

چنانچہ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۵۹ میں اس کی تاکید آئی ہے آزادی رائے کا حق اور اپنے مافی الضمیر کا کھلے بندوں اظہار کرنا، اس سلسلے میں حضورﷺ خلفاء راشدین اور دیگر مسلمان حاکموں کے واقعات، تاریخ وحدیث اور اسماء الرجال کی کتابوں میں اس کثرت سے موجود ہیں کہ ان کا انکار ممکن ہی نہیں اگر مضمون میں طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم پوری تفصیل ذکر کردیتے۔

(۸) سماجی و معاشرتی حقوق:۔

انسانی مساوات کا جو نمونہ اسلام نے پیش کردیا ہے دنیا آج تک اس کی نظیر قائم کرنے سے قاصر ہے۔ سورۃ احزاب آیت ۳۶ اور اس کے ماقبل وما بعد میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ کچھ یوں ہے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ جو حضورﷺ کی پھوپی زادہ تھیں، ان سے حضرت زیدؓ (جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے) نے نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت زینبؓ کو باوجود اپنے خاندانی ونسلی فخر کے اسلام کے اس حکم کے سامنے سر جھکانا پڑا اس طرح نسلی امتیاز کے بت توڑ کر آپ نے مساوات انسانی کا ایک بہترین عملی نمونہ قائم فرمایا۔ اسلام نے والدین اور ہمسائیوں کے لئے حسن سلوک کا حکم دے کر معاشرتی زندگی میں وہ جان ڈال دی کہ معاشرہ جب تک ان اسلامی دفعات پر کاربند رہتی ہے اس وقت تک وہ امن وچین کی زندگی سے ہمکنار ہوتی رہے گی۔ اسلام نے انسانی جان کی حرمت کا حق دے کر سماج سے فساد کی جڑیں کاٹ دیں اسلام نے ایک انسان کی جان لینے کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے اسلام نے کاروبار زندگی میں مرد وعورت کے میدان کار ورجحانات کے الگ الگ ہونے کے باوجود ثواب واجر میں ان کو برابری کا درجہ دے کر ان سے احساس کمتری کی جڑیں کاٹ دیں ایک پاکیزہ معاشرے میں یہ بات نہایت ضروری ہے کہ شادی کے قابل لوگ زیادہ دیر تک غیر شادی شدہ نہ رہیں تاکہ بلاوجہ ان کے شہوانی خیالات خود ان کو اور باقی سماج کو بھی اخلاقی کمزوریوں میں مبتلا نہ کریں جس سے سماج کی فضاء زہر آلود ہوجاتی ہے اور کسی کی عزت محفوظ نہیں رہتی شادی کے نتیجے میں جو ابدی سکون، دوستی اور اطمینان نصیب ہوتا ہے وہ نسل انسانی کو برقرار رکھنے کا بھی ذریعہ ہوتا ہے اسی کی بدولت خاندان اور قبیلے بنتے ہیں اس سے گھر کی فضاء معطر ہوتی ہے جس سے انسانی زندگی میں تمدن کا نشوونما ہوجاتا ہے۔

(۹) سیاسی حقوق:۔

اسلام نے تمام انسانوں کو سیاسی حقوق دیئے ہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع سیاسی حقوق کی ایک کامیاب ترین سنگ میل ہے اس کے علاوہ قرآن میں بھی اس سلسلے میں متعدد دفعات وہدایات ہیں۔ ایک جگہ ارشاد ہے "اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولﷺ کی اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحب امر ہوں (سورۃ نساء آیت ۵۹)

(۱۰) بامقصد اور عمومی تعلیم کا حق:۔

اسلام نے عمومی تعلیم کا حق ہر شخص کو دیا ہے نیز بامقصد تعلیم کے لئے ترغیب بھی دی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ "ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کی آبادی کے ہر حصہ میں سے کچھ لوگ نکل کر دین کی سمجھ پیدا کرتے۔ (سورۃ توبہ آیت ۱۲۲)

(۱۱) سیاسی سربراہ مقرر کرنے کا حق:۔

اسلام کے سیاسی نظام میں اس کی بڑی اہمیت ہے کہ قوم کے معاملات چلانے کے لئے قوم کا سربراہ سب کی مرضی سے مقرر کردیا جائے جن کو قوم کے سمجھدار افراد کا اعتماد حاصل ہو وہ سربراہ بنے نیز وہ قوم کے باصلاحیت وبااعتماد افراد سے امور مملکت چلانے کے لئے مشورے بھی کرتا رہے۔اور یہ "امرھم شوریٰ بینھم" کا ایک لازمی تقاضا اور سیاسی معاملات کا ایک اہم سنگ بنیاد ہے۔

(۱۲) یکساں انصاف کے حصول کا حق:۔

اسلامی نظام میں بے لاگ اور یکساں انصاف حاصل کرنے کا سب کو حق ہے اور حکومت اسلامی کی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرتے ہوئے انصاف مہیا کرے ارشاد ہے "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں (سورۃ شوریٰ آیت ۱۵)

(۱۳) اسلام میں معاشی حقوق:۔

اسلام نے اقتصادی حقوق کو اپنے دائرے میں رکھتے ہوئے بڑی اہمیت دی ہے قرآن مجید کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ رزق اللہ کی جانب سے ملتی ہے بندہ حصول کے لئے کوشش کرتا ہے اور بندہ کو اسلام نے معاشی حقوق دیتے ہوئے یہ پابندی لگادی ہے کہ جو اصل رزق دینے والا ہے اس کی مخلوق کو بھی آپ کے مال کے ذریعہ فائدہ پہنچتا رہے اسلامی نقطہ نظر سے رزق اور وسائل میں تفاوت بذات خود فائدہ مند ہے کوئی بری چیز نہیں ہے اسلام نے معاشی حقوق دیتے ہوئے کچھ ایسی پابندیاں بھی لگائی گئی ہیں کہ ایک کا حصول رزق دوسرے کے لئے نقصان کا ذریعہ نہ ہو نیز اسلام یہ چاہتا ہے کہ دولت زیادہ سے زیادہ گردش میں رہے لیکن یہ گردش صرف مخصوص افراد کے درمیان نہ ہو چنانچہ ارشاد ہے "تا کہ وہ (دولت) تمہارے مالداروں کے درمیان گردش نہ کرتی رہے۔(سورہ حشر آیت ۷)

خلاصہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا چند نکات ایسے تھے جن میں اسلامی نقطہ نگاہ سے انسانی حقوق کی طرف توجہ دلایا گیا ہے ورنہ اسلام میں بہت ایسے بنیادی حقوق ومعاملات ہیں جن کے بارے میں اسلام نے تفصیلی ہدایات دی ہیں مثلاً سیاسی ولایت کا حق معاشرے کے افراد مثلاً والدین، ہمسایہ، وزوجین کا ایک دوسرے سے متعلق حقوق اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق اور ان کے ساتھ برتاؤ جرائم سے متعلق ملزم و فیصلہ کنندہ اور درخواست گزار کا ایک دوسرے سے متعلق حقوق وغیرہ۔

نیز میں آخر میں قارئین کی اس طرف خصوصی توجہ دلانا چاہوں گا کہ انسانی حقوق کے حوالہ سے رسول ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع ایک جامع ترین دستاویز ہے جو اپنے موضوع پر سب سے پہلا منشور ہے نیز وہ پوری انسانی آبادی کے لئے قابل عمل دستور ہے۔

....